Chobdar sir
Online Teaching Class

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

## (خلاصہ)

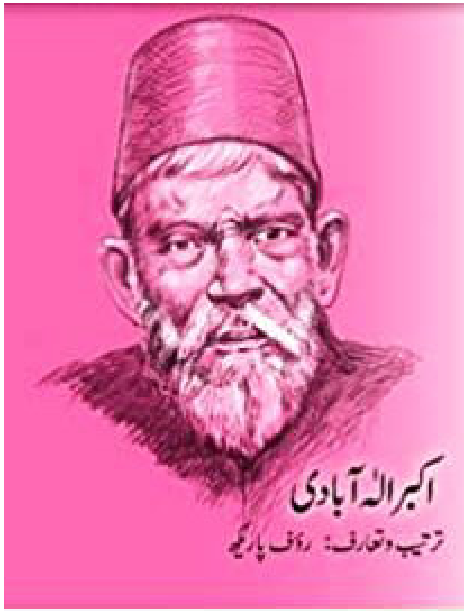


برق کلیسا کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکاِت کی روشنی میں لکھا جارہا ہے۔

۱) شاعر کا تعارف۔

۲) برقِ کلیسا کا مفہوم و مرکزی خیال۔

۳) خلاصہ۔

۴) حاصل نظم / مجموعی جائزہ۔

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

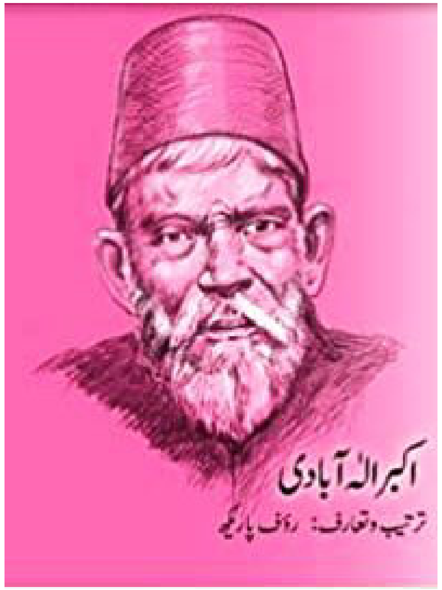


مذکورہ بالا نکات کی وضاحت ذیل میں درج کی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیں :

**شاعر کا تعارف :** اکبؔر الہ آبادی اُردو کے طنزیہ ومزاحیہ شاعر تھے۔آپ کا اصل نام سیّد اکبر حسین تھا اور اکبؔر تخلص تھا۔ دُنیائے ادب میں اکبؔر الہ آبادی کے نام سے مشہور ہوئے۔آپ کے متعلق قول مشہور ہے کہ : "اکبؔر الہ آبادی اُردو طنزیہ ومزاحیہ شاعری کے موجِد بھی ہیں اور خاتم بھی۔آپ انگریزی حکومت میں جج کے عہدے پر فائز تھے۔ انگریزی کے ماہر تھے۔ چنانچہ آپ کی شاعری میں انگریزی الفاظ کی بھرمار نظر آتی ہے۔ انگریزوں کے ملازم ہونے کے باوجود آپ ان کی تہذب کی ظاہری چمک دمک اور برائیوں کے سخت مخالف تھے۔ مغربی تہذیب کی پیروی سے مسلم نواجوں میں جو برائیاں پیدا ہورہی تھیں، ان پر آپ نے کڑا طنز کیا ہے۔یہ نظم اس کی بہترین مثال ہے۔

Chobdar sir
Online Teaching Class

# برقِ کلیسا (اکبرالہ آبادی)

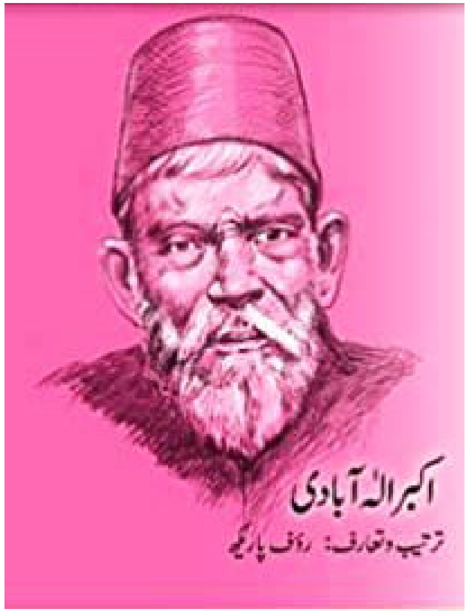


**برقِ کلیسا کا مفہوم ومرکزی خیال :** برق کے معنی طوفان ہیں اور کلیسا کے لفظی معنی عیسائیوں کی عبادت گاہ یعنی چرچ ہیں۔ لیکن شاعر نے کلیسا کو بطورعلامت استعمال کیا ہے۔ یہاں کلیسا کے معنی عیسائیوں یعنی مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک ہے۔ دورحاضر میں عیسائیوں نے علم وادب سائنس اور تکنالوجی میں بے حدترقی کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے مذہب پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ ان کے اندر قومیت اور مذہبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ اپنی قوم اور مذہب کی حفاظت، تحفظ بقاوترقی کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ اسلام، بانیِ اسلام اور مسلمانوں سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی عورتوں میں بھی یہ جذبہ موجود ہے۔ اس کے برعکس آج کے مسلمان نام کے مسلمان بن گئے ہیں۔ وہ مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو گئے ہیں۔ خصوصاً مسلم نوجوان مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک اوران کی خوبصورت لڑکیوں کو حاصل کرنے لیے اپنا دین اورایمان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ انھیں اپنے بزرگوں کی تاریخ یاد نہیں۔ مسلم نوجوانوں کی اسی بے حِسی کو اکبرالہ آبادی نے اس نظم کا مرکزی خیال بنایا ہے۔

Chobdar sir
Online Teaching Class

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

**خلاصہ :** یہ نظم مثنوی کی ہیئت میں کہی گئی ہے۔ نظم تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک کہانی بیان کی گئی ہے۔ ایک مسلم نوجوان چرچ میں ایک خوبصورت عیسائی لڑکی کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوتا ہے۔اس کے حسن ورعنائی پر مرمٹتا ہے۔ اس حصے میں شاعر نے اُس لڑکی کی نازوادا، اُس کی خوبصورتی اور دلفریبی کا ذکر کریا ہے۔ دوسرے حصے میں مسلم نوجوان اس سے اظہارِ محبت کچھ اس طرح کرتا ہے۔

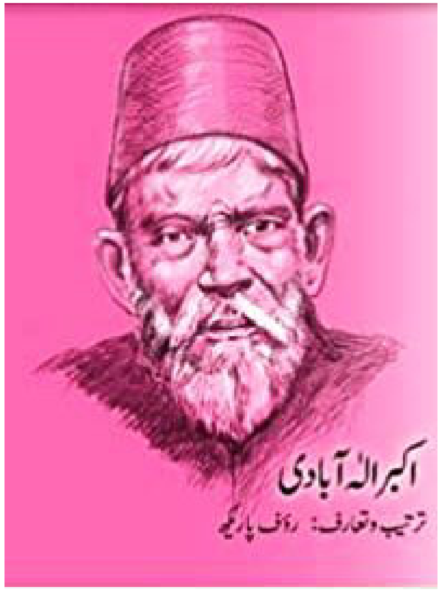


عرض کی میں نے کہ اے گلشنِ فطرت کی بہار
دولت و عزت وایماں ترے قدموں پہ نثار

تیسرے حصے میں لڑکی اُس مسلم نوجوان کی محبت کو یہ کہہ کر ٹھکراتی ہے کہ :

غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانوں سے
بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

Chobdar sir
Online Teaching Class

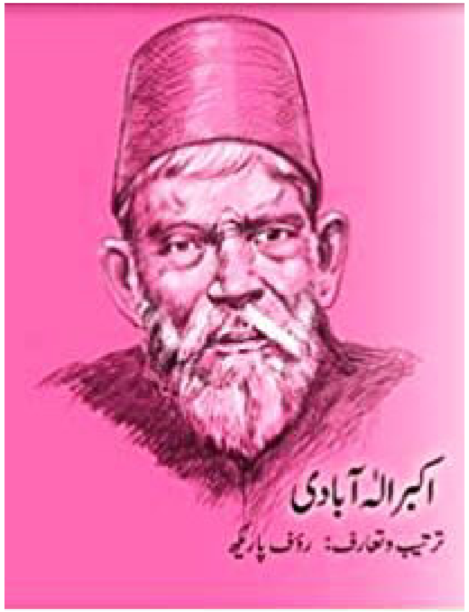


لڑکی مزید کہتی ہے کہ مسلمان پنج وقتہ نمازی ہوتے ہیں۔ اسلام کی حفاظت کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ وہ بہت بہادر اور جانباز ہوتے ہیں۔

کوئی بنتا ہے جو مہدی تو بگڑ جاتے ہیں
آگ میں کودتے ہیں توپ سے لڑ جاتے ہیں

مسلمان اپنے دین کے لیے سب کچھ قربان کرتے ہیں۔ اسلام کو زندہ رکھنے کے لیے دُشمنانِ اسلام سے لڑتے ہیں۔ جنگ میں مرنے کو باعثِ نجات سمجھتے ہیں۔ دین کی خاطر شہید ہونے کو ہر دم تیار رہتے ہیں۔

آخری حصے میں مسلم نوجوان اُس لڑکی سے کہتا ہے کہ جتنی خوبیاں مسلمانوں کی تم نے گنائی ہیں اب وہ مسلمانوں میں موجود نہیں ہیں۔

عرض کی میں نے کہ اے لذّتِ جاں راحتِ روح
اب زمانے پہ نہیں ہے اثرِ آدم و نوح

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

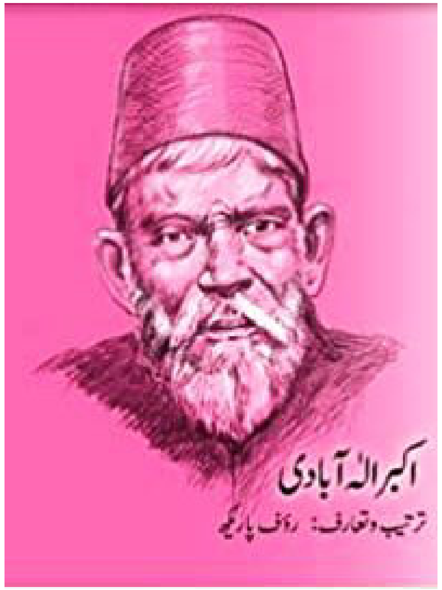


وہ کہتا ہے کہ تم نے مسلمانوں کی جو صفات گنوائی ہیں وہ ماضی کے مسلمانوں کی ہیں۔ میں دورِ حاضر کا مسلمان ہوں۔ مجھ میں وہ صفات باقی نہیں ہیں اور مزید کہتا ہے کہ:

ہم میں باقی نہیں اب خالدِ جانباز کا رنگ
دل پہ غالب ہے فقط حافظ شیراز کا رنگ

میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تجھ پر مرمٹتا ہوں اب میں تیرے حسن پر نثار ہو گیا ہوں۔ تیری خاطر میں سب کچھ چھوڑنے کو تیار ہوں۔

جوہر تیغ مجاہد تیرے ابرو پہ نثار
نور ایماں کا تیرے آئینۂ رو پہ نثار

اب میرا دین وایمان صرف تم ہو۔ اب میری قوم میں نیکی وبدی پر کوئی بحث نہیں ہوتی۔ اب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے لڑتا جھگڑتا بھی ہے اور اللہ کو ایک بھی مانتا ہے۔ آخر میں یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ:

مجھ میں کچھ وجہِ عتاب آپ کو اے جان نہیں
نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں

Chobdar sir
Online Teaching Class

# برقِ کلیسا (اکبر الہ آبادی)

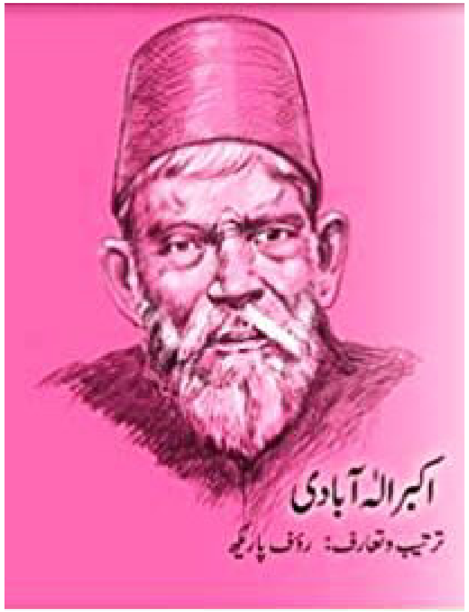


تمہارے دل میں میرے متعلق جو شکوک و شبہات ہیں اس کو نکال دو۔ میں ویسا مسلمان نہیں ہوں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔ میرے متعلق اپنی غلط فہمی کو دور کرو اور۔۔۔

میرے اسلام کو اک قصۂ ماضی سمجھو

تو وہ عیسائی خوبصورت بلا فوراً کہتی ہے۔

ہنس کے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو

حاصل نظم / مجموعی جائزہ : اس نظم کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اکبؔر نے خود اپنی ذات کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ نظم کا مرکزی کردار وہ خود ہیں۔ لیکن اصل میں مسلم نوجوان ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اس نظم کے ذریعے دورِ حاضر کے بے عمل مسلمانوں پر بھرپور طنز کیا ہے۔ خصوصاً مسلم نوجوانوں کی اسلام سے دوری اور لاعلمی و بے دینی پر۔ مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کی عکاسی کی ہے اور انھیں باعمل ہونے کی تلقین کی ہے۔ یہ بڑی سبق آموز نظم ہے۔

☆☆☆